۱۹۹واں باب

حجۃ الوداع سے دنیا کو الوداع کرنے تک

- حج کی ڈائری
- آغازِ سفر
- قافلہ ۸ شب و روز چلتا رہا
- عمرے کی ادائیگی
- مکہ سے باہر ذی طویٰ میں قیام
- مناسکِ حج کا آغاز، منیٰ کو روانگی
- عرفات کو روانگی اور وقوف
- عرفات سے مزدلفہ کو روانگی
- قربانیاں اور استفسارات
- یوم النحر کا خطبہ
- طوافِ وداع
- طوافِ افاضہ
- مدینۃ النبیؐ کی جانب واپسی

باب ۱۹۹

حجۃ الوداع سے دنیا کو الوداع کرنے تک

اب روح الامین کبھی وحی نہیں لائیں گے

سنہ ۹ ہجری اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا تھا رمضان آگیا، اس برس رمضان میں آپ نے آخری دو عشروں یعنی بیس روز کا اعتکاف فرمایا جب کہ معمولاً دس ہی دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے بھی آپؐ کو اس سال دو مرتبہ قرآن کا دَور کرایا جب کہ ہر سال ایک ہی مرتبہ دَور کرایا کرتے تھے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے! آپؐ نے حج کے بعد مدینہ میں دوران مرض اپنے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو بتایا کہ آپؐ وفات پاجائیں گے۔ اس برس آپؐ کو حج پر بھی جانا تھا۔ کون جانتا تھا کہ یہ آپؐ کا آخری اعتکاف تھا اور آنے والا حج، حجۃ الوداع کہلائے گا، اِس کے بعد آپؐ اپنی حیاتِ مبارکہ میں کبھی رمضان اور حج کے مہینے کو نہ پائیں گے، حج کے بعد اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کے لیے بے چینی بڑھ جائے گی!

ذوالقعدہ کا مہینہ شروع ہوگیا، ہجرت کا دسواں برس اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ نبی ﷺ نے جب اس برس اپنے حج پر جانے کے ارادے کا اعلان فرمایا۔ تو مسلمانانِ عرب جوق در جوق پہنچنا شروع ہوگئے۔ یہ آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کا پہلا اور آخری حج تھا، اس لیے یہ حجۃ الوداع کے نام سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اِس حج میں شرکاء کی تعداد کم سے کم نوّے ہزار رہی تاہم بعض اندازوں کے مطابق یہ سوا لاکھ تھی۔ انھی تیاریوں کے دوران رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مجھ سے مناسک حج سیکھ لو، میں آئندہ سال شاید حج نہ کر سکوں اور پھر ہوا بھی یوں کہ حج کے یعنی ۹ ذوالحجہ سنہ ۱۰ ہجری کے ٹھیک اکناوے (۹۱) روز بعد ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کو آپ کی وفات ہوگئی۔

اس حج کے دوران آپؐ مستقل صحابہؓ کو مسائل کی، دورانِ حج عبادات و مناسکِ حج ادا کرنے اور زندگی کے معاملات میں عمدہ روّیہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتے رہے اور دورانِ حج متعدد مقامات پر آپؐ نے خطاب بھی فرمائے۔ یہ تمام خطابات مل کر وہ مشہور خطبہ قرار پاتے ہیں جسے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اِن خطابات میں آپؐ نے اسلام کے تمام دائمی قوانین کی قولاً تشریح فرمادی اور مناسک کی ادائیگی کے دوران عملی مظاہرے سے

آپ نے شریعت کے وہ بہت سارے مسائل مسلمانوں تک پہنچا دیے، جو ابھی تک سامنے نہیں آسکے تھے اس بنا پر عبداللہؓ بن عباس اسے حجۃ الوداع کی بہ نسبت حجۃ الاسلام کہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔

حج کی ڈائری

- ۲۵/ ذی قعدہ ۱۰ھ/ ۲۲ فروری ۶۳۲ء بروز ہفتہ: آغازِ سفر
- لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ملتے رہے۔ قافلہ ۸ دن چلتا رہا۔
- ۴/ذی الحجہ ۱۰ھ/ یکم مارچ ۶۳۲ء بروز اتوار مکہ سے باہر ی طویٰ میں خیمہ زن ہوا
- ۵ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۲ مارچ ۶۳۲ء بروز پیر کی صبح میں عمرہ کی ادائیگی
- ۵ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۲ مارچ ۶۳۲ء پیر کی سہ پہر واپسی اور یوم الترویہ یعنی ۸/ ذی الحجہ تک قیام
- ۸/ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۵مارچ ۶۳۲ء بروز جمعرات حالتِ احرام میں حج کے لیے منیٰ کو روانگی
- پھر ۹/ذی الحجہ، ۶مارچ ۶۳۲ء بروز جمعہ علی الصبح عرفات کی جانب نمرہ کو روانگی
- آفتاب ڈھلنے پر بطن وادی عرفات پر خطبہ حجۃ الوداع کا ارشاد
- خطبہ کے بعد شدید گریہ وزاری اور یہاں آیہ تکمیل دین کا نزول، اب روح الامین کبھی وحی نہیں لائیں گے
- ۱۳/۱۴ ذوالحجہ کی درمیانی رات طواف وداع
- ۱۴ ذوالحجہ ۱۰ ہجری/ ۱۱ مارچ ۶۳۲ء بروز بدھ نماز فجر کے بعد مدینہ کو واپسی

آغازِ سفر

۲۵/ذی قعدہ ۱۰ھ/ ۲۲ فروری ۶۳۲ء بروز ہفتہ: آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حج پر جاتے ہوئے، مدینہ کے انتظامات اور معاملات کے فیصلوں کے لیے ابو دجانہؓ ساعدی کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ ۲۵ ذی قعدہ بروز شنبہ آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے، بالوں میں کنگھی کی۔ تیل لگایا۔ تہبند پہنا، چادر اوڑھی، قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور قربانی کے جانور ناجیہؓ بن جندب کے حوالے کیے تاکہ وہ اُن کی دوران سفر دیکھ بھال کریں۔ نبی اکرم ﷺ کی سواری قصواء تھی، یہ وہی اونٹنی تھی جس پر سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ آئے تھے، جسے ابو بکرؓ نے آپؐ کے لیے کھلا پلا کر تیار کیا اور ہدیتاً آپؐ کو پیش کی تھی لیکن ہجرت کے

لیے آپ نے سواری کو تحفتاً لینا پسند نہیں کیا اور اصرار کر کے قیمت ادا کی تھی، یہ وہی اونٹنی تھی جسے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، بانی مدینۃ النبیؐ دیکھ بھال کے لیے اپنے گھر لے گئے تھے جب ابوایوبؓ انصاری کے گھر رسول اللہؐ کا مہمان ٹھہرنا طے ہو گیا اور وہ نبیؐ کی میز بانی کی سعادت سے محروم ہو گئے تو اُس کی اونٹنی کی میز بانی ہی سہی۔ پھر یہ وہی مبارک اونٹنی تھی جو حدیبیہ تک گئی تھی اور آگے بڑھنے سے اڑ گئی تھی، اور اللہ کے رسولؐ نے کہا تھا کہ اِسے اُسی نے روکا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو روکا تھا۔ پھر فتح مکہ کا سفر بھی اسی اونٹنی پر طے ہوا تھا۔ شاہِ مدینہ کی اونٹنی پر ایک معمولی سا پالان تھا جس کے نیچے چادر تھی، بس۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سامان ایک دوسرے اونٹ پر تھا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام کی نگرانی میں تھا۔ صلوٰۃ الظہر کے بعد روانہ ہوئے، دور دور تک آدمی ہی آدمی دکھائی دے رہے تھے، آپؐ نے وہی راستہ لیا جو فتح مکہ کے لیے لیا تھا۔ اُس سفر میں آپؐ نے جن جن مقامات پر نمازیں ادا فرمائی تھیں وہاں مساجد تعمیر کر لی گئی تھیں، حجۃ الوداع کے اس سفر میں آپؐ نے انھی مساجد میں نمازیں ادا کیں۔

مکہ جانے کے لیے آپؐ ذوالحلیفہ کا راستہ پسند فرماتے تھے۔ آپ کی تمام نو بیویاں رضی اللہ عنہن اور آپؐ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے ساتھ تھیں، ابو بکرؓ کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس بھی ہم راہ تھیں جو حاملہ تھیں۔ صلوٰۃ العصر سے قبل سات میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ میں 'الشجرۃ' نامی ایک درخت تھا اور یہاں ذوالحلیفہ کے لوگوں کے لیے ایک مسجد ہے جسے 'مسجد الشجرۃ' کہا جاتا ہے، یہاں پہنچ کر دو رکعت نمازِ عصر ادا کی اور رات خیمہ میں بسر کی۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والے نے آکر کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو۔ اور لوگوں سے کہو کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی (ادا کرنے کی اجازت) ہے۔

پھر ظہر کی نماز سے پہلے آپؐ نے اِحرام کے لیے غسل فرمایا۔ اس کے بعد عائشہؓ نے آپؐ کے جسمِ اطہر اور سرِ مبارک میں اپنے ہاتھ سے مُشک آمیز ذَرِیرَہ [ایک عمدہ خوشبو جو اپنی چمک کی وجہ سے نظر بھی آتی ہے] لگائی۔ جس کی چمک آپؐ کے سر مبارک کی مانگ اور داڑھی میں صاف نظر آرہی تھی، اپنا تہبند پہنا، چادر اوڑھی اور دو رکعت ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حج اور عمرہ دونوں کی نیت کے ساتھ احرام باندھتے ہوئے حاجیوں کا نعرۂ لبّیک (تلبیہ) بلند کیا اور خیمے سے باہر آ گئے۔ اپنی اُونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور دوبارہ اللہ کے حضور اُس کے گھر کی روانگی کے اعلان کے لیے لبیک کی پکار لگائی۔ اس کے بعد اُونٹنی پر سوار کھلے میدان میں تشریف لے گئے اور وہاں بھی لبّیک کی پُکار پکاری۔ احرام باندھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی کہ جو لوگ قربانی کا جانور

ساتھ لائے ہیں وہ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر لیں اور احرام اس وقت تک نہ کھولیں جب تک یہ دونوں کاموں سے فارغ نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد سفر شروع ہو گیا۔

قافلہ ۸ شب و روز چلتا رہا

راہ کے علاقوں سے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ملتے رہے۔ اور مکہ کی جانب قافلہ ۸ شب و روز چلتا رہا۔ طائف کے قریب ایک مقام ہے عرج، یہاں آپؐ کا اور یارِ غار، دونوں کا سامان لے کر چلنے والا اونٹ گم ہو گیا، اسی اونٹ پر راہ میں کھانے پینے کے لیے کچھ رکھا تھا۔ اونٹ کے گم ہونے کی اطلاع بنی اسلم کے قبیلہ والوں کو ملی تو آپؐ کے کھانے کے لیے چھوارے اور روغن لے آئے، آپؐ نے ابو بکرؓ کو بلوایا اور اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی پاکیزہ غذا فراہم کر دی ہے، سب نے سیر ہو کر کھایا، زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ صفوانؓ بن معطل جو اس قافلہ کی اگلی صفوں پر مامور تھے حاضر ہوئے اور بتایا کہ ایک اونٹ ملا ہے، کہیں آپؐ کا تو گم نہیں ہوا؟ فرمایا: ہاں ایک سامان والا اونٹ، عرض کیا کہ وہ مل گیا ہے، ابو بکرؓ نے جا کر دیکھا تو تمام سامان موجود تھا سوائے ایک پیالے کے، غلام نے بتایا کہ وہ تو میرے پاس ہے۔

دورانِ سفر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماءؓ بنت عمیس کے ہاں ذوالحلیفہ میں بیٹے کی پیدائش ہوئی جس کا نام محمد رکھا گیا [محمد بن ابو بکر]۔ مکہ سے ۶ تا ۱۲ میل کے دوران سرف کے مقام پر پہنچے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیریڈ آنے شروع ہو گئے، وہ اس خیال سے رو رہی تھیں کہ نہ جانے وہ عمرہ اور حج بھی کر سکیں گی یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اب میں عمرہ بھی کر سکوں گی؟، آپؐ نے فرمایا یہ تو آدمؑ کی تمام بیٹیوں کا ایک لازم [فطری] معاملہ ہے اس لیے حاجیوں کے سارے کام کرو سوائے طواف کے، سر کھول کر بالوں میں کنگھی کرو اور عمرہ کو چھوڑو، حج کی نیت سے احرام باندھ لو، جب حج سے فارغ ہو چکیں تو عائشہؓ کو ان کے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ تنعیم (مکہ کی میقات) پر عمرہ کا احرام باندھنے بھیجا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ عمرہ اس کی قضا ہے جو تم نے اپنے پیریڈز کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔

عقبہؓ بن عامر کی بہن نے پیدل حج کی نذر مانی تھی، انھوں نے آپؐ سے پوچھا تو فرمایا: تھوڑا پیدل بھی چلو اور کچھ سواری پر بھی چلو۔ ایک بوڑھے بزرگ آدمی نے بھی پیدل حج کی نذر مانی ہوئی تھی اور وہ اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارے سے چل رہا تھا، جب نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا: اس سے کہو کہ سوار ہو جاؤ، اللہ

تعالیٰ کو اس مشقت کی حاجت نہیں ہے،

ایک شخص نے پوچھا... محرم کیسے کپڑے پہنے، فرمایا: محرم نہ قمیص پہنے نہ عمامہ باندھے، نہ ٹوپی اور موزے۔ جوتیاں، میسر نہ ہوں تو موزے کاٹ کر ٹخنوں کے نیچے کر لے، تہہ بند نہ ہو تو پائجامہ پہن سکتا ہے، زعفران یا ورس سے رنگا کر کپڑا نہ پہنے۔

قبیلہ جہینیہ کی ایک خاتون نے کہا کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ فوت ہو گئی، کیا میں اس کی جانب سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ فرمایا: ہاں، اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہ کرتیں؟ اللہ اپنے حق کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

لوگ اونٹوں پر بھی تھے اور پیدل بھی تھے، پیدل زائرین کی سہولت کی خاطر سفر کی رفتار آہستہ رکھی گئی اس لیے پانچ روز کا سفر آٹھ (۸) دن میں طے ہوا، مکہ قریب آ گیا ہے ابھی مکہ میں داخل ہونے میں ایک دن کا سفر اور درکار ہے۔ ابطح کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے چمڑے کے سُرخ خیمہ میں آرام فرمایا، غالباً یہ وہی سرخ خیمہ رہا ہو گا جو جنگِ خندق میں آپ کا کیمپ آفس بنا تھا۔ بلالؓ نے ایک نیزہ بطور سترہ گاڑ دیا، نبی کریم ﷺ خیمہ سے برآمد ہوئے، ظہر اور عصر کی قصر نماز پڑھائی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

سرحدِ مکہ پر قافلہ خیمہ زن

قافلہ حج ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ/یکم مارچ ۶۳۲ء کو بروز اتوار دن ڈھلے مکہ پہنچا۔ ذی طویٰ میں خیمہ زن ہوا۔ مکہ کے قریب ذی طویٰ میں زاہر کے چشموں کے پاس گھاٹیوں میں رات کو آرام فرمایا۔

عمرے کی ادائیگی

۵ ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۲ مارچ ۶۳۲ء بروز پیر ذی طویٰ سے حرم کعبہ میں آ کر عمرہ ادا کیا۔ دوسرے روز یعنی ۵ ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد غُسل فرمایا اور ثنیتہ الصلبا کی بلند گھاٹی[1] سے اتر کر دن چڑھے مکہ میں داخل ہو کر باب بنی شیبہ پر پہنچے، بنی عبد المطلب کے بچے استقبال کے لیے دوڑتے ہوئے آئے تو آپؐ نے ایک بچے کو اونٹ

---

۱ اِس گھاٹی کو کدا اور حجون بھی کہتے ہیں یہ وہی جگہ ہے جہاں تیرہ (۱۳) برس قبل رات کو ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابو البختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود نے جمع ہو کر طے کیا تھا بنو ہاشم کے مقاطعے کے خلاف کل حرم کعبہ میں احتجاج کریں گے اور اس ظالمانہ مقاطعے کو ختم کرائیں گے۔]

کے آگے اور ایک بچہ کو اونٹ کے پیچھے بٹھالیا، جب آپ کی نظر کعبۃ اللہ پر پڑی تو دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

اللهم زد هذا البيت تشريفا و تعظيما وتكريما ومهابة وبرا ، وزد من شرفه وكرمه ممن حجه أو اعتمره تشريفا وتعظيما[2]	اے اللہ ! اس گھر کی تشریف و تعظیم ، تکریم و ہیبت میں اضافہ فرما، جو شخص اس گھر کو شرف و عظمت دے اور اس کا حج و عمرہ کرے تو اس کی تشریف، تکریم و تعظیم اور نیکی میں اضافہ فرما"

یہاں رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کرنا سکھایا کہ پہلے کعبہ کا طواف کریں، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، جن لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ بال منڈوائیں یا کتروائیں اور احرام کھول دیں، اب ان پر احرام کی پابندی نہ ہوگی، ۸ ذی الحجہ یوم ترویہ کو حج تمتع کا احرام باندھیں، جن کے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) ہے وہ احرام نہ کھولیں، ان پر احرام کی پابندیاں رہیں گی،

رسول اللہ ﷺ نے وضو فرما کر احرام کی چادر کو بغل سے نکالا، حجر اسود کو چوما، طواف شروع کیا تو تین چکر دوڑ کے اور چار چکر اوسط رفتار کے ساتھ مکمل فرمائے، ہر چکر میں حجر اسود کو چوما اور رکن یمانی کو چھوا، حجر اسود کو آپ نے کبھی براہِ راست اپنے مبارک لبوں کو سنگ اسود پر رکھ کر چوما، کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوما، اور کبھی اپنے عصا سے اشارہ فرما کے عصا کے سر کو چوما۔ طواف سے فارغ ہو کر، آپ مقام ابراہیم پر تشریف لائے تو سُوْرَةُ الْبَقَرَة کی ۱۲۵ ویں آیت کا یہ جز تلاوت کیا:.... وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّى..... ترجمہ "مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ" (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: ۱۲۵)

اُم المومنین اُم سلمہؓ بیماری کی وجہ سے طواف نہ کرسکتی تھیں، فرمایا تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کرو۔ مقام ابراہیم پر آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی، جس کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ احد/اخلاص کی تلاوت فرمائی، نماز کے بعد حجر اسود کو چوما، کوہ صفا کی جانب واقع دروازہ باب بنی مخزوم

---

۲ ومثله ما قاله شيخ الإسلام ابن تيمية — كما في "مجموع الفتاوى" (۲۶/۱۲۰) ـ:
"وقد ذكر ابن جرير أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا رأى البيت رفع يديه وقال: اللهم زد هذا البيت تشريفا....... أو اعتمره تشريفا وتعظيما. فمن رأى البيت قبل دخول المسجد فعل ذلك، وقد استحب ذلك من استحبه عند رؤية البيت، ولو كان بعد دخول المسجد" انتهى. فإذا قال المسلم هذا الدعاء أو غيره، فلا حرج عليه إن شاء الله، لكن عليه أن لا يعتقد ثبوت ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم. الله أعلم

سے باہر نکلے اور سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃ کی ۱۵۸ ویں آیت کا یہ جُز تلاوت کیا:... اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ.... ترجمہ "بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"

ارشاد فرمایا: ہم طواف اسی پہاڑی سے شروع کرتے ہیں، صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید و کبریائی بیان فرمائی، پھر دعا مانگی اور یہ عمل تین بار دُھرایا، صفا سے مروہ کی طرف تیزی سے چلنا (سعی کرنا) شروع کیا، آپؐ نے پہلے پیدل سعی فرمائی اور جب ہجوم بڑھ گیا تو اونٹنی پر سوار ہو گئے، مروہ کی پہاڑیوں پر پہنچ کر وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا، ساتویں چکر پر مروہ پر پہنچ کر آپؐ نے ہدایت دی کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو اب وہ احرام کھول دے،

اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور ہدی (قربانی کا جانور) نہ لایا ہو اسے چاہیے کہ عمرہ کر کے احرام کھول دے اور جس کے ساتھ ہدی ہو وہ قربانی ہو جانے تک احرام نہ کھولے، جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو وہ اس کو عمرہ میں تبدیل کرے، قربانی کے لیے بتایا گیا کہ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں،

مکہ سے باہر ذی طویٰ میں قیام

پیر ہی کے دن [۵ ذی الحجہ ۱۰ھ / ۲ مارچ ۶۳۲ء] مروہ سے اترتے ہی واپس مکہ سے باہر ذی طویٰ میں قیام فرمایا۔ تمام اصحاب یوم الترویہ یعنی ۸/ ذی الحجہ تک آپ ﷺ کے ساتھ وہیں رہے۔، پیر، منگل، بدھ یہ تین روز آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا اور اس درمیان میں برابر نماز قصر ادا کرتے رہے۔

سراقہؓ بن جعشم (وہی جنھوں نے سفرِ ہجرت میں آپ کا پیچھا کیا تھا) نے کھڑے ہو کر دریافت کیا، یہ حج تمتع (یعنی حج کے ساتھ عمرہ بھی کر لینا) ہمیشہ کے لیے ہے یا اسی سال کے لیے، آپؐ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا، قیامت تک کے لیے، قیامت تک کے لیے ![3] عمرہ ایام حج میں داخل ہو گیا، حج تمتع کرنے والوں [ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کا ثواب لوٹنے

---

۳ ایّام جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے آنے والوں کو ذی الحج کے مہینہ میں عمرہ بھی کر لینے کی اجازت دی تو لوگوں کے مزے آ گئے وگرنہ قریش کا من گھڑت ضابطہ یہ تھا کہ ایک سفر میں ایک کام، جتنے زیادہ سفر ہوں گے اہلِ مکہ کو زائرین کی سیاحت سے اتنی زیادہ آمدنی ہو گی۔

والوں] میں سے جن کو قربانی کا جانور میسر نہ ہوا ان کو یہ رخصت دی کہ وہ ایام حج میں تین روزے رکھیں اور باقی سات روزے اپنے گھروں کو جا کر رکھ لیں، ایام سعی ختم ہونے کے بعد مروہ سے اتر کر آپؐ نے مکہ کے باہر چار دن یعنی اتوار، پیر، منگل اور بدھ قیام فرمایا، اس دوران نمازیں قصر کر کے ادا فرماتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ ے فرمایا: لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کرو، کسی نے پوچھا، کیا ہر سال حج کریں؟ آپؐ نے خاموش رہے، اس شخص نے تین بار یہی سوال دُہرایا، کچھ دیر کے بعد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم ادا نہ کر پاتے، میں جب تمہیں چھوڑے رکھوں تو تم بھی مجھے چھوڑ دیا کرو، تم سے پہلے والے اسی لیے ہلاک ہو گئے کہ انھوں نے انبیاء سے بہ کثرت سوال کیے اور پھر (جو ہدایات جواب میں ملیں) اُن کی پابندی نہ کر سکے۔

صدیوں سے روایت چلی آ رہی تھی کہ حج کے ایّام میں مکہ کے قریب عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز میں بین الاقوامی تجارتی بازار لگا کرتے تھے۔ حجاج اپنے ساتھ لائے ہوئے اپنے علاقے کی مصنوعات اور پیداوار دوسروں کو فروخت کرتے اور اپنے علاقوں میں نہ ملنے والی چیزیں خریدتے، اس طرح خوب تجارت ہوتی تھی، کچھ اصحابؓ کو، خصوصاً نو مسلموں کو گمان ہوا کہ اب عبادت کے ساتھ تجارت ممنوع ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ۹ برس قبل نازل ہونے والی سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة کی آیت ۱۹۸ [لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ‌ؕ فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَـرَامِ‌ ۖ وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ] ﴿۱۹۸﴾ تلاوت فرمائی ورا گر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے ربّ کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ (یعنی تجارت کرو) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعرِ حرام ﴿مزدلفہ﴾ کے پاس ٹھیر کر اللہ کو یاد کرو اور اُس طرح یاد کرو۔ جس کی ہدایت اس نے تمہیں دی ہے، ورنہ اس سے پہلے تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔

قارئین یہاں ایک نکتے پر غور فرمائیں کہ آج [سنہ دس ہجری میں] رسول اللہ ﷺ نے اہلِ ایمان کو اُن سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة کی تین آیات [۱۲۵، ۱۵۸ اور ۱۹۸] سے تلاوت فرما کر یاد دہانی کراوئی ہے، جو ہجرت کے پہلے برس نازل ہو چکی تھیں، گویا پہلے برس ہی سے مہاجرین کو اور انصارِ مدینہ کو یقین دلایا جا رہا تھا کہ ایک دن دورانِ حج تم مقامِ ابراہیم، پر نفل ادا کرو گے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی ضرور کرو گے، اور تمھیں تجارت کی بھی اجازت ہو گی، حالاں کہ اُس وقت بدر، احد، خندق اور فتح مکہ کے ذریعے ملنے والی کامرانیوں کا دور دور کوئی گمان تک نہیں تھا۔

مناسکِ حج کا آغاز، منیٰ کو روانگی

۸/ذی الحجہ (یوم ترویہ) ۱۰ھ/۵مارچ ۶۳۲ء بروز جمعرات صبح کے وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حلال ہوگئے تھے انہوں نے یہیں (ابطح/وادی طویٰ) سے حج کا احرام باندھا۔ احرام کے لیے یہ لوگ مسجد نہ گئے، بلکہ مکہ سے باہر ذی طویٰ ہی میں احرام باندھ لیا اور تلبیہ [لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ] کہتے ہوئے مکہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، منیٰ میں پہنچ کر آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی ۹/۸ ذی الحجہ کی درمیانی رات نبی کریم ﷺ نے رات منیٰ میں بسر فرمائی، صلوۃ العشاء یہیں ادا کی گئی۔ یہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات تھی۔ کل صبح عرفات کو روانگی تھی، عباسؓ بن عبدالمطلب نے ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کی راتوں میں منیٰ میں قیام کے بجائے مکہ میں رہ کر سقایہ (یعنی پانی پلانے) کی خدمت انجام دینے کی اجازت طلب کی، آپؐ نے اجازت عطا فرمادی۔

ذوالحجہ ۱۰ ہجری	March 623 AD	
۴	1	
۵	2	
۶	3	
۷	4	
۸	5	یوم ترویہ
۹	6	یوم عرفہ
۱۰	7	یوم النحر
۱۱	8	تشریق کا آخری دن
۱۲	9	
۱۳	10	طواف وداع
۱۴	11	واپس مدینہ کی جانب
۱۵	12	
۲۱	18	
۲۲	19	
۲۳	20	مدینہ میں آمد

عرفات کو روانگی اور وقوف

۹/ذی الحجہ، ۶مارچ ۶۳۲ء بروز جمعہ کو صبح کو نماز فجر وہیں ادا کی، سورج نکلا تو عرفات روانہ ہوئے، قریش اپنے نسلی تفاخر بلکہ تکبر کی بنا پر اپنے آپ کو اونچی ذات کا گردانتے اور سمجھتے تھے۔ عرفات جانا اُن کے لیے کسرِ شان تھا اس لیے وہ عام حاجیوں کے ساتھ عرفات جانے کے بجائے مشعر حرام (جو مزدلفہ میں واقع تھا)

ٹھہرتے کیونکہ وہ حدود حرم میں تھا، لوگوں نے گمان کیا کہ آپؐ بھی وہیں ٹھہریں گے؛ لیکن آپ تو انسانوں کے درمیان اونچ نیچ ختم کرنے آئے تھے آپؐ نے سب کے ساتھ میدانِ عرفات جانے کا فیصلہ کیا یوں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام نے ذات پات کو ڈھادیا، اس کا اظہار آپؐ نے اپنے خطبے میں بھی کیا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو رسول اللہ ﷺ قصویٰ پر سوار ہو کر عرفہ کی جانب روانہ ہوئے، اونٹنی کا رخ صخرات (چٹانوں) کی طرف کیا، پیدل چلنے والوں کا راستہ اپنے سامنے رکھا، راستہ میں بعض اصحاب تلبیہ [لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ.... .... لَاشَرِيْكَ لَكَ] کہہ رہے تھے اور بعض تکبیر۔ آپ ﷺ نے دونوں کی صداؤں کو سُنا اور کسی ایک کو بہتر یا کسی کو منع نہیں کیا یعنی دونوں ہی مقبول ہوئیں۔ عرفات کے مشرقی جانب اس وقت ایک چھوٹی سی بستی تھی، جس کا نام نمرہ تھا، آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں وہیں آپ ﷺ کے لیے کمبل کا خیمہ لگایا گیا، جس میں آپ اترے اور خیمہ میں قیام فرمایا۔ جبل المشاۃ کے سامنے قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے،

عرفہ کے دن زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگیں، امت کی مغفرت کی دعا کے جواب میں فرمایا گیا کہ سوائے ظالم کے جس سے مظلوم کا انتقام لیا جائے گا، عرض کیا! اے اللہ! تو مالک ہے، تو چاہے تو مظلوم کا جنت میں درجہ بلند کردے اور ظالم کو معاف فرمادے، یہ دعا اس وقت قبول نہیں ہوئی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، نجد والوں کے استفسار پر منادی کرائی گئی کہ حج عرفات کے قیام کا نام ہے، جو شخص طلوع فجر سے قبل مزدلفہ پہنچ گیا وہ حج پا گیا۔

پہلا خطبہ حج

۹/ذی الحجہ، ۶مارچ ۶۳۲ء بروز جمعہ قبل از صلوٰۃ الظہر

آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کا ناقہ قصویٰ کو لایا گیا، اس پر آپؐ سوار ہوئے اور وہاں سے عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور وہاں اونٹ پر بیٹھے بیٹھے خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے طوافِ وداع سے قبل مختلف اوقات، ایّام اور مواقع پر مسلمانوں سے خطاب فرمایا، یہ تمام خطباتِ حجۃ الوداع کہلاتے ہیں اور مختلف احادیث کی کتب میں تھوڑے تھوڑے منتشر طور پر وارد ہوئے ہیں، مثلاً اس طویل خطبے کی صرف سات (۷) سطور امام بخاریؒ کی شروطِ صحت پر اُن تک پہنچ پائیں اور وہ اُنھوں نے روایت کیں۔ اسی طرح تمام محدثین اور اہلِ سیر نے اِن خطبات کو جو اُنھیں مل سکے، روایت کیا۔ اِن تمام کا مجموعہ خطبہ حجۃ الوداع ہے، جسے ہم کامل و مکمل اگلے باب میں پیش کر رہے ہیں

تاہم بالکل اختصار سے مختلف اوقات اور مواقع پر دیے گئے خطبات کا خلاصہ آسان الفاظ میں اُن مواقع کی روداد پیش کرتے ہوئے اجمالاً اس باب میں بھی درج کر رہے ہیں تا کہ تشنگی نہ رہے اور اگلے باب میں تکرار نہ محسوس ہو۔ اونٹ پر بیٹھے بیٹھے جو خطبہ میدانِ عرفات میں ارشاد فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے:

لوگو سنو، شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر تم سے نہ مل سکوں، سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں ختم ہیں تمام خون اور سود معاف مسلمان بھائی بھائی ہیں جو خود کھاؤ وہی اپنے ملازمین کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ، عورتوں اور مردوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں، جو دونوں کو ادا کرنے ضروری ہیں۔ وراثت کے قوانین اللہ نے بتادیے، پس اب کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت جائز و نافذ نہیں، بیٹا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہو، زناکار کا کوئی بیٹا نہیں۔ جرم کرنے والا خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہے، جرم کی پاداش میں مجرم کے کسی بھی عزیز کو سزا نہیں۔ میرے بعد آپس میں لڑائیاں نہ کرنا۔ امانت دار اگر کوئی نکٹا اور سیاہ فام حبشی غلام بھی تمہارا امیر بنادیا جائے تو معروف میں اطاعت لازم ہے، دین میں غلو سے بچنا۔ شیطان کی معمولی سی بھی فرماں برداری سے بچنا، پنج وقتہ نمازوں اور رمضان کے روزوں کی حفاظت کرنا اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرنا،، عمرہ وحج کرنا۔ کیلنڈر میں نسی کفر ہے، اللہ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں۔ میں تمھارے درمیان کتاب اللہ کو چھوڑ رہا ہوں اگر اُسے پکڑے رہے تو تم گمراہ نہ ہوگے، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

خطبہ کے بعد آپؐ نے بلالؓ سے کہا کہ اذان پکاریں، اقامت کے بعد دو رکعت نماز ظہر ادا فرمائی، قرأت جہری [بلند آواز سے] نہیں بلکہ خاموشی سے پڑھی کہ لوگ سن نہ پائے اگرچہ یہ جمعۃ المبارک کا روز تھا، مسافر ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کیا بلکہ دو رکعت نمازِ قصر برائے ظہر ادا کی اور پھر فوراً ہی اس کے بعد اگرچہ ابھی عصر کا وقت شروع نہیں ہوا تھا دوسری اقامت پر عصر کو بھی قصر کر کے ادا کر لیا، گویا حج میں وقت شروع ہونے سے قبل عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے۔

بعد صلوٰۃ الظہر والعصر آپؐ نے فرمایا" اے معاشر المسلمین، تین باتیں سینہ کو پاک رکھتی ہیں:

❶ پہلی اعمال میں اخلاص، ❷ دوسری مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ❸ تیسری بات جماعت المسلمین کا اتحاد۔ لوگوں نے سارا وقت تلبیہ [لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ .... لَا شَرِيْكَ لَكَ] اور تکبیر سے اپنی زبانوں کو تر

رکھا، یہاں تک کہ دن ختم ہوا۔

پھر [ابھی سورج غروب ہونے میں کم سے کم تین گھنٹے باقی رہے ہوں گے] موقف (خیمہ) میں تشریف لاکر جبل المشاۃ [پیدل چل کر آنے والوں کی راہ میں آنے والا ایک ٹیلہ/پہاڑی] کے سامنے قبلہ رو ہوئے اور اپنے رب کے سامنے انتہائی عاجزی سے رو، روکر غروب آفتاب تک گھنٹوں دعائیں فرماتے رہے۔ اسی مقام پر اعلانِ تکمیلِ دین کی مشہور آیت "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ "(المائدہ:۳) نازل ہوئی۔ عمر بن الخطابؓ اِسے سُن کر رونے لگے، لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ کمال کے بعد زوال ہی تو ہے۔

سیّد مودودیؒ اپنی تفسیر 'تفہیم القرآن' میں اس آیہ مبارکہ کی شانِ نزول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقعہ پر سن ۱۰ ہجری میں نازل ہوئی تھی۔ لیکن جس سلسلہ کلام میں یہ واقع ہوئی ہے وہ صُلحِ حُدَیبیَہ سے متصل زمانہ (سن ۶ ہجری) کا ہے اور سیاقِ عبارت میں دونوں فقرے کچھ ایسے پیوستہ نظر آتے ہیں کہ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ ابتداء میں یہ سلسلۂ کلام اِن فقروں کے بغیر نازل ہوا تھا اور بعد میں جب یہ نازل ہوئے تو انہیں یہاں لاکر نصب کردیا گیا۔ میرا قیاس یہ ہے، وَ الْعِلْمُ عِنْدَ اللہ، کہ ابتداءً یہ آیت اِسی سیاقِ کلام میں نازل ہوئی تھی اس لیے اس کی حقیقی اہمیّت لوگ نہ سمجھ سکے۔ بعد میں جب تمام عرب مسخر ہوگیا اور اسلام کی طاقت اپنے شباب پر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ یہ فقرے اپنے نبی پر نازل فرمائے اور ان کے اعلان کا حکم دیا۔"

مصنف "کاروانِ نبوت" کا گمان یہ ہے کہ آیہ تکمیل دین[1] "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ

---

1 اس آیت کے متعلق بخاریؒ و مسلمؒ روایت فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن عید مناتے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا " کون سی آیت؟ اس یہودی نے یہ آیت "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ" پڑھی۔ آپؓ نے فرمایا " میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے نازل ہونے کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۱/ ۲۸، الحدیث: ۴۵، مسلم، کتاب التفسیر، ص۱۶۰۹، الحدیث: ۳۰۱۷/۵))

عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا " پہلی مرتبہ میدانِ عرفات میں اسی خطبے کے بعد نازل ہوئی اور نازل ہونے والی یہ آخری آیہ مبارکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے بلاشبہ اس کو سورہ مائدہ میں اُس کی تیسری آیہ میں ضرور درج کرایا، اور یہ وہاں موتیوں کی مانند اس طرح جڑ گئی کہ پوری آیہ مبارکہ میں کچھ ایسی پیوست نظر آتی ہے کہ پوری یکبارگی نازل ہوئی محسوس ہوتی ہے، مگر قارئین غور فرمائیں اور اس کو نکال کر پڑھیں تو بھی کوئی خلا نظر نہیں آتا، یہ قرآن کا اعجاز ہے! واللہ اعلم۔ سُوۡرَةُ الۡبَقَرَة کی آیہ ۲۸۱ کے بارے میں بھی مستند روایات ہیں کہ وہ نازل ہونے والی (وَ اتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَ هُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۸۱) آخری آیت ہے، انصاف سے اگر دونوں آیات کے نفسِ مضمون اور موقع و محل کے درمیان تعلق اور مناسبت پر غور کریں تو تکمیل دین والی آیت ہی آخری آیت بننے کی حق دار نظر آتی ہے، واللہ اعلم۔

قرآن مجید کی آخری آیت کے بارے میں آنے والی مفید بحث کے بعد ہم دوبارہ میدانِ عرفات چلتے ہیں تاکہ چشمِ تصور سے رسول اللہ ﷺ کے حج کے مشاہدے کی سعادت کے لیے دست بستہ وہاں حاضر رہیں۔

میمونہؓ اور اُم الفضلؓ نے آپ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ بھجوایا، جسے آپؐ نے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے پی لیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپؐ روزے سے نہیں ہیں۔ مزید آپؐ نے قیام عرفات کے بارے میں فرمایا کہ میں نے یہاں وقوف [ٹھہرنا/قیام] کیا ہے لیکن عرفات سارا جائے وقوف ہے سوائے بطن عرفہ کے۔

میدانِ عرفات میں ایک حاجی اونٹ سے گرا اور اونٹ کے پیروں کے نیچے کچل جانے سے ہلاک ہو گیا، آپؐ نے فرمایا: اسے بیری کے پتوں میں ابلے پانی سے غسل دو، احرام ہی کا اُس کا کفن ہو گا، نہ خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھانپو، بے شک اللہ اس کو قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھائے گا۔

عرفات سے مزدلفہ کو روانگی

۹ ذی الحجہ، یوم عرفہ ۶ مارچ ۶۳۲ء بروز جمعہ بعد غروب آفتاب

جیسا پہلے بتایا گیا کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا، صلوۃ المغرب ادا کیے بغیر آپؐ مزدلفہ کی جانب چل پڑے، آپؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ کے بیٹے اسامہؓ کو اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا اور دائیں ہاتھ سے لوگوں کو

اشارہ فرماتے کہ آرام اور سکون سے چلو، آپؐ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی، اثنائے راہ میں ایک جگہ اتر کر طہارت سے فارغ ہوئے پھر وضو کیا اسامہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ: نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے، فرمایا: آگے جا کر پڑھیں گے،

مزدلفہ پہنچ کر پھر وضو کیا عشاء کا وقت شروع ہو چکا تھا ابھی تک مغرب نہیں پڑھی گئی تھی۔ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں ایک کے بعد ایک ادا کیں۔ اس طرح کی جمع بین الصلوٰتین 'جمع تاخیر' کہلاتی ہے، دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی گئی البتہ برابر تلبیہ پڑھا جاتا رہا۔ اُم المؤمنین سودہؓ اور اہل بیت کے کمزور افراد کو رات ہی میں منیٰ جانے کی اجازت دے دی، ان میں عبداللہؓ بن عباس بھی شامل تھے

نماز سے فارغ ہو کر آپؐ سونے کے لیے لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا، بیچ میں معمول کے مطابق تہجد کے لیے نہیں اُٹھے [شاید اس لیے کہ آنے والے زمانوں میں کمزور مسافر حاجی لوگوں کے لیے مبادا کہ یہ سنت آسان نہ ہو]، محدثین نے لکھا ہے کہ ساری زندگی میں یہی ایک شب ہے جس میں آپؐ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔ سویرے اٹھ کر باجماعت نماز پڑھی، فرمایا: پورا مزدلفہ وقوف کا مقام ہے سوائے بطن محسر کے، ۹ اور ۱۰ ذی الحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ میں گزاری،

صبح کی نماز کے بعد امت کے مظلوم و ظالم کے بارے میں اپنی وہی دعاء دُہرائی جس کا تذکرہ اوپر عرفہ کی دعاؤں میں ہو چکا ہے، کچھ دیر بعد چہرے پر تبسّم کے آثار نمودار ہوئے، ابو بکرؓ و عمرؓ نے پوچھا... یارسول اللہ، اللہ آپؐ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے، اس تبسّم کا سبب کیا ہے؟ فرمایا! ابلیس کو اب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے تو وہ روتے ہوئے اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، اس کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے ہنسی آئی۔

بڑا مناسب ہے کہ یہاں اُن تمام مقامات کا تذکرہ ہو جائے جہاں دورانِ حج نبی اکرم ﷺ نے ٹھہر کر کثرت سے دعائیں مانگیں، تاہم یہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "حج یوم عرفہ ہے اور بہترین دعا عرفہ کی دعا ہے"۔ جن سات مقامات پر آپ ﷺ نے ٹھہر کر کثرت سے دعا مانگی ، وہ حسب ذیل ہیں:

❶ صفا کی پہاڑی، ❷ مروہ کی پہاڑی، ❸ عرفہ، ❹ مزدلفہ، ❺ مشعرِ حرام، ❻ جمرۂ اولیٰ ❼ جمرۂ وسطیٰ

رمی جمار کرتے ہوئے مزدلفہ سے منیٰ کو روانگی

۱۰ ذی الحجہ، یوم النحر، ۷ مارچ ۶۳۲ء بروز ہفتہ قبل طلوع آفتاب

قریش مزدلفہ سے منیٰ کے لیے اس وقت کوچ کرتے تھے جب سورج پورا نکل آتا تھا اور قریب کی پہاڑیاں کی دھوپ سے چمکنے لگتی تھیں، اُس وقت وہ لوگ نعرہ لگاتے "کوہ شبیر! دھوپ سے چمک جاؤ" رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کی اس رسم کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے سورج نکلنے سے قبل ہی قصویٰ پر سوار ہو کر یہاں سے روانگی فرمائی۔ اس مرتبہ اسامہ بن زید بن حارثہؓ آپ کے پیچھے سوار نہیں تھے بلکہ آپؐ کے چچازاد بھائی فضل بن عباسؓ تھے۔ اُم المؤمنین سیّدہ عائشہؓ ساتھ تھیں، لوگ داہنے بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کے لیے آرہے تھے، آپؐ جواب دیتے تھے اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے۔ آپؐ مشعر حرام آئے جو مزدلفہ میں ایک مقدس پہاڑ ہے، یہاں روشنی ہو جانے تک قبلہ رو ہو کر تسبیح، تہلیل، تکبیر اور دعاؤں میں مشغول رہے، طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کے لیے روانہ ہوگئے۔ اس قدر ہجوم تھا کہ عائشہؓ نے کہا: کاش سودہؓ کی طرح میں بھی اجازت لے کر منیٰ چلی جاتی۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کو تلقین فرمارہے تھے کہ سکون سے چلو، کبھی کوڑے سے اشارہ فرماتے ہوئے کہتے، اے لوگو! اطمینان اختیار کرو، اونٹوں کو دوڑانا کوئی اچھی بات نہیں۔

منیٰ کی جانب چلتے ہوئے وادئ محسّر کے قریب [مزدلفہ سے کافی پہلے] پہنچے یہ وہ وادی ہے جہاں ابرہہ کا لشکر [اصحاب الفیل] اللہ نے برباد کیا تھا، یہاں بہت کنکر ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی جانب سے رمی کے لیے چنے سے بڑی اور چھوٹے بیر سے کسی قدر کم کنکریاں جمع کرنے کی ہدایت ہوئی جس کی لوگوں نے تعمیل کی۔ عبداللہؓ بن عباس نے آپؐ کے لیے بھی کنکریاں چنیں۔ آفتاب طلوع ہو چکا تھا، اِس کے بعد وادئ محسّر کو پار کرتے ہوئے آپؐ نے اونٹنی کو تیزی سے دوڑایا، آپؐ اونٹنی کو دوڑاتے درمیانی راستہ سے جمرۂ کبریٰ (بڑا جمرہ) کی طرف چلے، نزدیک جا کر ایک درخت کے قریب رک گئے جو اُس زمانے میں وہاں ہوتا تھا۔ آپؐ وادی کے نشیب میں تھے، آپؐ کی بائیں جانب منیٰ داہنی طرف مکہ تھا، آپؐ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پر ہی سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ کر کنکریاں جمرۂ کبریٰ پر ماریں، اِس رمی جمار کے بعد تلبیہ [لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ .... لَاشَرِيْكَ لَكَ] کا ورد ختم کر دیا۔

یوم النحر کی قربانیاں اور استفسارات کے جواب

رمی جمار سے فارغ ہو کر آپؐ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قربانی کے لیے منیٰ کی کچھ تخصیص نہیں ہے، بلکہ منیٰ اور مکہ کی ایک ایک گلی میں قربانی ہو سکتی ہے، آپؐ اپنے ساتھ قربانی کے سو اونٹ لائے تھے، پہلے آپؐ نے تنہا سات اونٹ نحر فرمائے، اس کے بعد علیؓ بھی اس کام میں آپ کی مدد کے لیے شامل ہو گئے، اوپر سے نبی کریم ﷺ حربہ چلاتے اور نیچے سے علیؓ اس طرح، دونوں نے مل کر ۵۶ اونٹ مزید نحر کیے، یوں ۶۳ اونٹ (۷+۵۶=۶۳) نحر ہوئے، ساتھ لائے ہوئے سو اونٹوں میں سے باقی ۳۷ اونٹ علیؓ نے نحر کیے۔ آپؐ نے ہدایت کی کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر شوربا پکایا جائے، پکنے کے بعد اسے علیؓ کے ساتھ تناول کیا اور فرمایا کہ کھالیں اور گوشت لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں اور قصاب کی مزدوری بھی قربانی (کے گوشت یا اُس کی کھال) سے ادا نہ کی جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔ ایک روایت کے مطابق ازواج مطہرات کی جانب سے ایک گائے ذبح فرمائی، ایک اور روایت کے مطابق عائشہؓ کی جانب سے ایک اونٹ یا بھیڑ کی قربانی کا بھی ذکر ہے، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپؐ نے چتکبرے اور سینگ والے دو مینڈھوں کی قربانی کی اور کچھ بکریاں قربانی کے لیے صحابہ میں تقسیم فرمائیں۔

سال گزشتہ یعنی ۹ ہجری میں قحط سالی کی وجہ سے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت تھی تاکہ محتاجوں کو زیادہ سے زیادہ مل سکے لیکن اس برس آپؐ نے فرمایا: "کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔"

قربانی سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے عمر بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے اور فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے ابو طلحہؓ انصاری اور ان کی بیوی اُم سلیم اور بعض لوگوں کو جو پاس بیٹھے ہوئے تھے عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے تمام لوگوں میں ایک، ایک دو، دو کر کے تقسیم کر دیے۔ قربانیوں، کھانے پینے اور سر منڈھانے کے کام بڑی عمدگی اور سرعت سے انجام دیے گئے اور یقیناً آپ کے فدائین کے تعاون سے کم ترین وقت میں آپؐ کے شایانِ شان انداز میں اعلیٰ ترین انداز سے کام ہو گئے۔

دن چڑھ گیا تھا، ظہر کی نماز میں کچھ وقت باقی تھا (اندازاً ایک گھنٹے سے کچھ زائد) آپؐ نے اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا: مجھ سے مناسک حج سیکھ لو، مجھے معلوم نہیں کہ اس حج کے بعد دوسرا حج کر سکوں گا کہ نہیں۔ ۔ قبیلہ غثم کی ایک

عورت نے قریب آکر پوچھا کہ حج ایسے موقع پر فرض ہوا ہے کہ میرا باپ ضعیف ہے، کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں ؟ فرمایا: ہاں۔ عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منٰی میں وقوف فرمایا، تاکہ لوگوں کے سوالات کے جواب دیں، ایک آدمی نے سوال کیا، کہ میں نے بے توجہی میں ذبح سے پہلے ہی حلق کر لیا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اب ذبح کر لو کچھ حرج نہیں۔ ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ میں نے رمی سے قبل قربانی کر لی، آپؐ نے فرمایا کہ رمی کر لو کچھ حرج نہیں۔

طوافِ افاضہ

اوپر مذکورہ کاموں اور تعلیم سے فارغ ہو کر آپؐ حرمِ کعبہ میں تشریف لائے اور طواف فرمایا۔ یہ طواف حج کا رکن ہے۔ اسے ۱۰ ذوالحجہ کی صبح صادق کے بعد کرنا افضل ہے تاہم ۱۲ ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے قبل تک کیا جاسکتا ہے اس کو طواف زیارت یا طواف افاضہ کہتے ہیں، اس کو طواف حج اور طواف فرض بھی کہا جاتا ہے۔

چاہِ زم زم کے پاس تشریف لے گئے جہاں اولادِ عبدالمطلب [آپؐ کے دادا] حاجیوں کو پانی پلا رہی تھی۔ آپؐ نے کہا میری خواہش ہے کہ میں خود کنوئیں سے پانی نکالتا لیکن اگر میں ایسا کروں تو تمام لوگ خود ہی (سنّت/ضروری امر گمان کر کے) نکالنا شروع کر دیتے، تمھیں ایک طرف کر دیتے اور نظم و ضبط ختم ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے چچا، تایاؤں کی اولاد نے آپ کو بصد خوشی اور عزت و احترام و محبت سے ایک ڈول پانی نکال کر دیا (یاد رہے کہ حاجیوں کو پانی پلانا آپ کے قبیلے بنو ہاشم کا اعزاز تھا)۔ آپؐ نے اس میں سے حسب خواہش پی لیا۔ ۔

یہاں سے منٰی کے لیے روانہ ہوئے، اسامہؓ ساتھ بیٹھے آپؐ کو دھوپ سے بچانے کے لیے چادر تانے ہوئے تھے، سیّدنا بلالؓ قصویٰ کی مہار تھامے ہوئے تھے، دائیں، بائیں، آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا، مہاجرین داہنی جانب، انصار بائیں جانب اور درمیان میں دیگر عرب قبائل کے مسلمانوں کی صفیں تھیں، لوگوں کو بیٹھنے کے لیے کہا گیا، غالبا 1 آگے لوگ بیٹھے تھے اور پیچھے دور تک لوگ کھڑے تھے۔ آپؐ نے نظر اٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا، اسی عالم میں قصویٰ پر سوار ہو کر افصح العرب والعجم نے خطبہ دیا۔ اِس میں ذہن میں بٹھانے کے لیے اُن کئی باتوں کی تکرار تھی جو گزشتہ روز عرفات کے خطبے میں تھیں، جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ مکمل

خطبہ اگلے باب ۱۹۶ میں ملاحظہ کیا جاسکے گا ہم یہاں تکرار کو نظر انداز کرتے ہوئے آج کی تقریر/خطاب کے اُن نکات کا خلاصہ قارئین کے سامنے رکھ رہے ہیں جو گزشتہ کل بیان نہیں ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے الفاظ ربیعہؓ بن امیہ بن خلف بلند آواز سے دُہراتے تھے چاروں طرف مکبر موجود تھے جو اسے آخری سامعین تک پہنچا رہے تھے، جن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

۱۰ ذوالحجہ، یوم النحر کے خطبہ کے اہم نکات

فرمایا کہ اِس سال حج کا وقت گردش کرتا ہوا ٹھیک اپنی اس تاریخ پر آگیا ہے جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں اُنھی سے اقرار کرا کے کہ آج کا دن یوم النحر، ذوالحجہ کا محترم مہینہ اور خود شہر مکہ محترم ہے، فرمایا کہ: اِسی طرح تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو تاقیامت اِن تینوں چیزوں کی طرح حرمت والی ہیں، میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

یہ فرما کر آپؐ نے مجمع کی طرف اشارہ کرکے دریافت فرمایا: "کیا میں نے اللہ کا پیغام سنادیا؟" سب بہ یک زبان بول اٹھے، بے شک بے شک آپؐ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچادیا، آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار فرمایا: "اے اللہ تو بھی گواہ رہ، گواہ رہ، گواہ رہ"

پھر فرمایا: جو یہاں حاضر ہے اُسے چاہیے کہ وہ غائب کو یہ بات پہنچادے اس لیے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پہنچانے والا کسی ایسے شخص کو پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ اس کو محفوظ کرنے والا ہوتا ہے،

خطبہ سے فارغ ہو کر نبی اکرم ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازیں دو، دو رکعت یکے بعد دیگرے ادا فرمائیں، نماز کے بعد دامنِ کوہ میں تشریف لانے اور عجز و انکسار کے ساتھ دعا میں مصروف ہو گئے۔

پورے حج کے دوران کسی نماز کے بعد، کسی خطبے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے کوئی دعا اِس طرح نہیں کرائی کہ آپؐ دعا کر رہے ہوں اور آپؐ کے پیچھے سب آمین کہہ رہے ہوں۔ ہاں، انفرادی طور پر سات مقامات پر آہ و زاری کے ساتھ انفرادی دعائیں مانگیں، جن کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ [ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ مارچ ۶۳۲ء] کو رسول اللہ ﷺ منیٰ میں ٹھہرے اور کثرت

سے تسبیح و تہلیل میں مصروف رہے۔ ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کو پھر رمی جمار کیا یعنی تینوں جمروں[۲] پر کنکریاں ماریں، جمرۂ اولیٰ پر کنکریاں مارتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، آگے بڑھ کر قبلہ رو ہو کر بڑی دیر تک دعا مانگتے رہے، روایات کے مطابق اتنی دیر کہ ایک آدمی اس میں سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ پڑھ لے، جمرۂ وسطیٰ پر بھی ایسا ہی کیا، جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماریں لیکن دعا کے لیے ٹھہرے نہیں واپس چلے آئے، ان ایام تشریق (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ) کے وسط میں ۱۱ کو یا ۱۲ کو بھی آپؐ کے ایک خطبے کی روایات ہیں، جن میں پہلے خطبوں میں کہی گئی باتوں کی تکرار ہے، غالباً اس لیے کہ مجمع بہت بڑا تھا اور آپؐ چاہتے تھے کہ باتیں سب تک پہنچ جائیں تو اس ہی لیے اُن کی تکرار تھی۔ ہم ذیل میں آپؐ کے ایّام تشریق کے خطبے اور دیگر مقامات پر مختلف خطبات میں فرمائے گئے اُن نکات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کا یوم عرفہ اور یوم النحر کے خطبات میں نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ کے خطبات کے اصل کلمات اگلے باب میں دیے گئے ہیں۔

متفرق مواقع اور ایّامِ تشریق کے دوران خطبات کے ممکنہ نکات

خبردار لوگو! کسی مسلمان پر ظلم نہ کرنا، دوسرے کی ہرگز اُس کی غیر موجودگی میں بُرائی نہ کرنا۔ (غیبت نہ کرنا)، چہرے پر طمانچہ نہ مارنا، کسی مسلمان کو دھمکانا بھی جائز نہیں، حقیقی مسلمان اللہ کے نزدیک وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کی جان، مال ضائع ہونے سے محفوظ ہوں، دنیا پرست کو دنیا میں مقدر سے سوا کچھ نہ ملے گا۔ میرے بعد نہ کوئی پیغمبر ہے نہ کوئی ملت، دجّال سے ہر نبی نے اپنی امتوں کو ڈرایا ہے۔ میں اپنے پیچھے کتاب اللہ کو چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

میں تمھیں حوض کوثر پر ملوں گا، وہاں تمھارا انتظار کروں گا۔ تم میں سے بہت گناہ گار اور بدعتی میری حوض

---

۲ جمرات [وہ مقامات جہاں شیطان نے ابراہیمؑ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی] تین ہیں، منیٰ سے مکہ کی جانب جاتے ہوئے اِن کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

(۱) جمرۂ اولیٰ، اس کو جمرۂ "صغریٰ" بھی کہتے ہیں، منیٰ میں مسجد خیف کے بعد یہ پہلا اور قریب ترین جمرہ ہے۔

(۲) جمرۂ ثانیہ، اس کو جمرہ "وسطیٰ" بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ عقبہ کے درمیان واقع ہے۔

(۳) جمرۂ عقبہ، اس کو جمرۂ "کبریٰ" بھی کہتے ہیں، یہ مکہ کی طرف منیٰ کا آخری جمرہ

پر آنے سے روک (شفاعت سے محروم کر) دیے جائیں گے، دیکھو مجھے رسوانہ کرنا۔ میری باتیں جو موجود نہیں اُن تک پہنچا دینا ہو سکتا ہے کہ جو یہاں موجود نہیں وہ اِن باتوں کو زیادہ سمجھنے والے ہوں، حکم دیتا ہوں اطاعت امیر کا، فتنہ و فساد سے بچنے کا، کفار سے جہاد کا جب تک کلمے کا اقرار نہ کر لیں، غلو سے بچنے کا، ہر چند کہ جاہلیت کی مانند شیطان کی پرستش نہ کرو گے مگر چھوٹی برائیوں سے بھی بچنا، کوئی بیماری ایسی نہیں جس کی دوانہ ہو، اور بڑھاپے کی کوئی دوا نہیں۔

روایات کے مطابق ۱۱ کو یا ۱۲ کو سُوْرَةُ النَّصر (جسے سورۂ فتح بھی کہتے ہیں) کا نزول [۳] ہوا، ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ کھانے پینے اور ذکر کے دن ہیں، آخری روز زوال کے وقت رمی فرمائی اور منیٰ سے محصب کی جانب روانہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: "انشاء اللہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کے غلام ابو رافع نے پہلے ہی سے خیمے نصب کر دیئے تھے، وہاں رات کو [یاد رہے کہ یہ ۱۴/۱۳ ذوالحجہ یعنی منگل اور بدھ کی درمیانی شب ہے/۱۰ اور ۱۱ مارچ ۶۳۲ء کی درمیانی شب] کچھ دیر آرام فرمایا، بوقت سحر [روزوں میں جو سحری کھانے کا وقت ہو تا ہے] بیدار ہو کر، سواری پر طواف وداع کے لیے مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔

طوافِ وداع

رسول اللہ ﷺ نے طواف وداع فرمایا، جس کے بعد ملتزم پر وقوف کیا (ملتزم، حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے) طواف وداع کے بعد مکہ کو چھوڑتے ہوئے آپؐ انتہائی مغموم تھے، آپؐ کا یہ آبائی شہر تھا، آب دیدہ اور حزن و ملال سے مغلوب تھے۔ جینا جن مدینے والوں کے ساتھ تھا اب مرنا بھی انھی کے ساتھ تھا۔ آپؐ کے رشتہ داروں نے اور شہر والوں نے آپؐ کی قدر نہ کی اور مدینے کے انصار نے آپؐ کے سامنے اپنے بازو اور پلکیں جھکا کر جانیں نثار کر دیں تو اب بے وفائی کیوں کر! مرنا بھی وہیں ہے! لیکن یہاں سے نکلتے ہوئے جہاں پیدا ہوئے، جہاں بچپن گزرا جہاں آپؐ کے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا اللہ کا گھر تھا اور جہاں

---

۳ درحقیقت اس سورہ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو آپ کی دنیاوی زندگی کے خاتمے یا وفات کی اطلاع دی گئی ہے اور اب جب کہ آپؐ کی وفات قریب ہے تو آپؐ کو کثرت سے حمد و تسبیح کا حکم ملا ہے۔

نبوت ملی، یہاں سے دو آنسو بہائے بغیر کیسے نکل جایا جائے ؟، جب کہ اطلاع مل چکی ہے کہ اب وقت قریب ہے اور وہ اپنے ایک لاکھ متبعین کو بھی بتا چکا ہے کہ "شاید میں آئندہ برس یہاں موجود نہ ہوں، سیکھ لو مجھ سے جو سیکھ سکتے ہو" پس کیفیت یہ ہے کہ : دل ہی تو ہے نہ کہ سنگ و خشت، غم سے بھر نہ آئے کیوں !

اور حالت یہ ہو کہ 'دو گز زمین نہ مل سکی کوئے یار میں' حقیقت یہ ہے کہ اُس کے لیے "کوئے یار" تو ساری کائنات بن گئی تھی، وہ یہ کہتے ہی گیا تھا کہ : بل اللھم رفیق الا علیٰ ....مکہ کو اُس کا یار نہ مل سکا۔ در حقیقت اللہ کی یہی مرضی تھی۔اہلِ کتاب امتوں کا معاملہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور نیک و صالح افراد کی قبروں کو مزار بنا لیتی ہیں یعنی عبادت گاہ بنا لیتی ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر قبر والوں کو پوجنے لگتی ہیں۔ آپ ﷺ نے آخری سانسوں تک یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔اور کہا کہ خبر دار تم ہر گز ایسا نہ کرنا۔طویل عرصے آپ ﷺ کے بعد لوگوں نے اس کا خیال رکھا مگر آخر وہ خطرہ حقیقت بن گیا۔اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم ﷺ کی مکے میں تدفین نہ ہونے کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر مکے ہی میں تدفین ہوتی تو کون خوش دلی سے کعبے کا طواف کرتا کس کا دل اللہ کے گھر میں لگتا، کون اللہ سے دعائیں مانگتا، اکثریت کے دل مقبرہ نبی ہی میں لگے رہتے، وہیں ساری مناجات ہوتی !

اللہ کا آخری نبیؐ اپنے آخری طوافِ وداع اور وقوفِ ملتزم سے، بہ زخمِ دل چاہ زم زم کو چلا، وہاں جا کر خود اپنے دست مبارک سے ڈول کھینچا اور قبلہ رو ہو کر پانی نوش کیا اور بچا ہوا پانی کنویں میں ڈال دیا، جس کی برکت سے کنوئیں میں پانی کے سوتوں سے پانی کی آمد میں اللہ نے تیزی اور روانی کر دی جو آج تک جاری ہے۔

نبی ﷺ کی مدینۃ النبیؐ کی جانب واپسی

نماز فجر ادا کرنے کے بعد مہاجرین واہل مدینہ کے ساتھ مدینے لوٹ گئے۔کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے اس دینائے فانی کو خیر باد کہا۔آپؐ نے ۲ مارچ تا ۱۱ مارچ، کل دس دن مکہ میں قیام فرمایا اور قصر نمازیں ادا کیں، ہر نماز میں سلام کے بعد ارشاد فرماتے، 'مکہ والوں سنو! اپنی نمازیں پوری کرو، ہم تو مسافر ہیں'

ابراہیم علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ بیت اللہ کی تعظیم کی خاطر بلند علاقے کی طرف سے مکہ میں داخل ہوتے اور نشیبی راستہ سے باہر نکلتے، رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے جدامجد کی سنت کو اختیار کیا اور مکہ سے واپسی

کے لیے کدا کا نشیبی راستہ اختیار فرمایا، یہ اس راستہ کے بالکل مخالف سمت میں تھا جس راہ سے آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تھے، آپؐ معہ تمام صحابہؓ ۱۴ ذی الحجہ بروز بدھ [۱۱ مارچ] سورج نکلنے سے پہلے مکہ سے روانہ ہو گئے، مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ کیا اور وہیں رات گزاری اور صبح کو مدینۃ النبیؐ کے لیے روانہ ہو گئے۔

غدیر خُم کا واقعہ بخاریؒ روایت فرماتے ہیں کہ اسی زمانہ میں علی رضی اللہ عنہ یمن کی جانب بھیجے گئے تھے، جہاں سے واپس آکر حج میں شامل ہوئے تھے، یمن کی مہم کے زمانہ میں کچھ اصحابؓ کو علی رضی اللہ عنہ سے شکایت پیدا ہوئی، اُن لوگوں کا کہنا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ جانے والے قافلے والوں پر ایسی سختی کی جو مناسب نہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو بے جا شکایت نہ رہے، چناں چہ راستہ میں جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر 'خم' نامی ایک مقام ہے، جہاں ایک غدیر (تالاب) ہے، اس لیے اس جگہ کو غدیر خُم بھی کہا جاتا ہے، یہاں آپؐ نے نماز ظہر کے بعد صحابہؓ کو جمع کر کے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ: "علیؓ کو اس سے زیادہ کا حق تھا" مزید یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ " جس کو میں محبوب ہوں علیؓ بھی اس کو محبوب ہونا چاہیے، الٰہی جو علیؓ سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی عداوت رکھ"۔

مدینہ میں داخلہ: ذوالحجہ کے آخری ایام میں مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا پھر معرس کے راستے مدینہ میں داخل ہوئے جب شہر کے قریب پہنچے تو آپؐ کی زبان مبارک پر دعا کے یہ الفاظ تھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَائِحُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ "اللہ بزرگ و برتر ہے' اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ' کوئی اس کا شریک نہیں ' بس اسی کی سلطنت ہے، اس کے لیے مدح و ستائش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی ثنا کرنے والے ہیں، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اس نے تمام لشکروں کو تنہا شکست دی"۔

☆☆☆☆☆